عمر احمد عثمانی کی تحریفات کا اجمالی جائزہ

صغر سنی کی شادیاں اور اسلام

اصل مقالہ یا اس کے اقتباسات پر تنقید حاشیہ یا عنوانات کی صورت میں کی گئی ہے۔ (ادارہ)

حامداً و مصلیاً و مسلماً - مثل مشہور ہے۔ کہ بچھو سے کسی نے دریافت کیا کہ جناب کے معزز گھرانے میں نیش زنی کے فن میں سب سے بڑا ماہر کون ہے، اس نے سنجیدگی سے جواب دیا، کہ جس کی پشت پر ہاتھ رکھ دیکھو، وہی سب سے بڑھ کر "ماہر فن" ثابت ہوگا ____

اسلام کا نام لیکر اسلام کو ڈسنا، اسے تحریفی نشتر لگانا، اس پر جرح و تنقید کی مشق کرنا، اور محض مفروضات سے اس کے قطعی مسائل کو پامال کرنا ہر دور کے ملاحدہ اور زنادقہ کا طرۂ امتیاز رہا ہے، پہلی صدی کے خوارج ہوں یا مابعد کے باطنیہ، تیسری صدی کے اصحاب العدل والتوحید ہوں، یا دور حاضر کے "ارباب فکر و نظر" دوسری صدی کا ابن المقفع ہو، یا چودھویں صدی کا اسلم جیراجپوری، اکبری دور کے ابو الفضل اور فیضی ہوں، یا ہمارے دور کے ڈاکٹر فضل الرحمان اور پرویز، سب کا مشترک مقصد، مشترک نقطۂ نظر، اور مشترک سرمایہ اسلام کی مقدس چہار دیواری میں رخنہ اندازی کر رہا ہے۔

"ادارہ تحقیقات اسلامیہ راولپنڈی" نے شریعت محمدیہ اور دین اسلام میں شگاف ڈالنے کیلئے جو "مجلس ادارت" اور "بزم فکر و نظر" ترتیب دی ہے۔ اس کیلئے چن چن کر زیادہ تر بخاوری قسم کے متجددین کی بھیڑ جمع کی گئی ہے، اب یہ ادارہ ان ہی لوگوں کی تحقیقات کو تعبیر اسلام قرار دیتا ہے ____ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ "ادارہ کے رجال کار" اور ان کے تحقیقاتی شاہکار کے کچھ نمونے امت مسلمہ کے سامنے رکھ دئے جائیں، تاکہ انہیں اس

اور گلستان سے اسکی "تعبیری بہار" کا اندازہ کرنے میں کسی دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے ،

ادارۂ تحقیقات کی بزم فکر و نظر کے ایک رفیق عمر احمد عثمانی صاحب ہیں ۔ ادارۂ تحقیقات میں ان کی شخصیت کس قدر مقبول ہے ، اس کا اندازہ مدیر فکر و نظر کے مندرجہ ذیل الفاظ سے کیا جاسکتا ہے :۔

"ہمارے فاضل و فقیہ مقالہ نگار نے عنوانِ بالا پر اپنے پرمغز مقالے کی پہلی دو قسطوں میں آیاتِ قرآنی اور ان کی ائمہ سلف کی تفاسیر کی روشنی میں یہ واضح کیا تھا ـــــ الخ

"ہمارے فاضل دوست کے طرزِ تحریر کا امتیازی وصف یہ ہے کہ وہ مسئلے کے ہر گوشے پر شرح و بسط کے ساتھ روشنی ڈالتے ہیں اور اس سلسلہ میں اپنی ذاتی تنقید کو ائمہ سلف کی تنقیدات کا ہمیشہ تابع رکھتے ہیں ۔" (فکر و نظر جلد ۲ ش ۵ ۔ ۶ صـ ۳۱۵)

اس کے ساتھ "فاضل و فقیہ مقالہ نگار" کا یہ "امتیازی وصف" بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ وہ مسٹر پرویز کی سلطنت کفر و الحاد میں برسوں تک وزارت علمی کے منصب پر فائز رہے ہیں ، اور ان کی تحریک مرکزِ ملت ، و نظامِ ربوبیت " فاضل و فقیہ مقالہ نگار " ہی کے دم قدم سے پروان چڑھی ہے ، ملتِ اسلامیہ سے مسٹر پرویز کا رشتہ کٹ جانے کے بعد ان کی قلمی خدمات ادارۂ تحقیقات کیلئے وقف ہو گئیں ـــــ

" فاضل مقالہ نگار کے چار ضخیم مقالے ادارۂ تحقیقات راولپنڈی کے آرگن فکر و نظر نے تقریباً (۲۲۵) صفحات میں شائع کئے ہیں ـــــ ہم کوشش کریں گے ، کہ ان تمام مقالوں کے ابھرتے ہوئے نقوش ، اصلی الفاظ یا خلاصہ کی صورت میں پیش کر دیں ۔

ـــــ محمد یوسف ـــــ

نوٹ :۔ اس مقالہ کی پہلی قسط فکر و نظر جلد اول شمارہ ۷ ۔ ۸ (جنوری فروری ۱۹۶۴ء) میں اور دوسری قسط شمارہ ۹ (مارچ ۱۹۶۴ء) میں شائع ہوئی ہے ۔ آئندہ اقتباسات میں قسط اول ، قسط دوم لکھ کر محولہ بالا شماروں کے صفحات درج کر دیئے جائیں گے ۔

۱ ۔ قرآنی مفہوم میں تحریف	وابتلوا الیتمیٰ حتیٰ اذا بلغوا النکاح فان آنستم منھم رشدا فادفعوا الیھم اموالھم (۴ ۔ ۶)
	اور تم یتیموں کو آزما لیا کرو یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں ، پھر اگر ان میں ایک گونہ تمیز دیکھو ، تو ان کے اموال ان کے حوالے کر دیا کرو ۔ (ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی)

ـــــــــــ

۱؎ مدیر فکر و نظر کا یہ دعویٰ اپنے اندر کتنی صداقت رکھتا ہے ۔ آئندہ سطور میں آپ کے سامنے جو حقائق آئیں گے ، ان پر غور کرنے کے بعد اس کا فیصلہ آپ خود کر سکیں گے ، واللہ الموفق ۔ (محمد یوسف)

مولانا تھانوی نے حاشیہ پر فوائد میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ :۔ یعنی" بالغ ہو جائیں، کیونکہ نکاح کی پوری قابلیت بلوغ سے ہوتی ہے " اس آیت کریمہ کے اسی قسم کے تراجم دیگر تمام مترجمین نے بھی کئے ہیں، اس آیت کریمہ میں آپ نے دیکھ لیا، کہ یتیموں کو ان کے اموال حوالے کرنے کے لئے جو حد مقرر فرمائی گئی ہے وہ آزمائش کے بعد ان میں ایک گونہ تمیز اور صلاحیت کا پیدا ہو جانا ہے۔ مگر یہ[1] آزمائش اسی وقت کی جانی چاہیئے جب وہ بالغ ہو جائیں ——— بلفظہٖ (قسط اوّل ص۴۰)

۲۔ فقہائے امت کی قرآن کریم کی نظر سے محرومی: اس آیت سے جہاں یہ بات معلوم ہوئی کہ یتیموں کو ان کے مال کب حوالے کرنے چاہئیں وہیں اس کے ساتھ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ " قرآن کریم کی نظر " میں نکاح کی بھی ایک عمر مقرر ہے، اور وہ ہے بلوغ کی عمر ——— (ذرا آگے چل کر) لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ بات اتنی صاف تھی، تو سلف سے لیکر خلف تک تمام فقہائے امت اور علمائے امت بالاجماع صغرسنی کی شادیوں کے قائل کیسے چلے آتے ہیں، کیا قرآن کریم کی یہ صراحت اور عرب معاشرہ میں صغرسنی کی شادیوں کا کوئی رواج نہ پایا جانا ان کے سامنے نہیں تھا ——— ؟ یہ سوال بڑا اہم ہے اور اسے یونہی سرسری طور پر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ بلفظہٖ (قسط اوّل ص۴۰-۴۱)

۳۔ صغرسنی کے نکاح کو جائز قرار دینے والے ائمہ دین تحریف سے بھی بدتر جرم کے مرتکب ہیں۔ " اگر ایسا اجماع جس کی سند قرآن و حدیث سے نہ مل سکے بقول حضرت شاہ صاحب کے ناجائز اور اسباب تحریف میں شامل ہے، تو ایسے اجماع کے بارے میں کیا کہا جائے گا۔ جو قرآن کریم کی " نص صریح " کے بھی خلاف ہو، پہلے بتایا جا چکا ہے کہ قرآن کریم نے نکاح کی عمر، بلوغ کو قرار دیا ہے، اور یہ " نص صریح " ہے۔ تو اگر نص صریح کے خلاف اجماع کا ثبوت بھی ہو جائے تو اسے کسی طرح بھی جائز نہیں کہا جا سکتا اور ایسا اجماع یقیناً اسباب تحریف سے بھی کچھ زیادہ

---

[1] قرآن کریم آزمائش کی حد انتہاء بلوغ بتلاتا ہے، اور فکر و نظر کے " فاضل و فقیہ مقالہ نگار " اس میں آزمائش کی " حد ابتداء " کا مضمون ٹھونستے ہیں۔ ! یہ کھلی تحریف ائمہ سلف میں سے کس کی تنقید کے تابع ہو کر کی گئی ہے ——— ؟ کیا " فاضل و فقیہ مقالہ نگار " یہ بھی نہیں جانتے کہ " حتیٰ " ابتدائے غایت کیلئے نہیں بلکہ انتہائے غایت کے لئے موضوع ہے۔ ؟ پھر اگر بلوغ کے بعد سے آزمائش کا وقت شروع ہوتا ہے تو مال کے حوالہ کرنے کا وقت کب سے شروع ہو گا،

[2] سلف سے لے کر خلف تک تمام علماء امت کو " قرآن کریم کی نظر " اور اسکی صراحت سے بے بصیرت ثابت کرنا، یہ ہے فاضل و فقیہ مقالہ نگار کی فقاہت، اور ائمہ سلف کی اتباع۔ قرآن کریم کی اس نظر کا چودہ سو سال بعد انکشاف ہوا، ورنہ اس سے پہلے تمام امت " ناجائز فعل " ہی کی غلطی میں مبتلا رہی۔

ہی سخت تر شمار کیا جائے گا۔" بلفظہٖ (قسط اول ص ۴۲)

۴۔ اقوال شاذہ کی وجہ سے اجماع کا دعویٰ غلط ہے۔

"چونکہ (تمام امت اور) فقہاء امت کے جم غفیر کے خلاف ابن حزمؒ، ابن شبرمہؒ اور خوش قسمتی سے امام اصمؒ کے کے اقوال (شاذہ) موجود ہیں۔ اس لئے اجماع امت کا دعویٰ غلط ہے۔" تلخیص (قسط اول ص ۴۷-۴۸)

۵۔ علمائے امت کا یہ فتویٰ عجمی اثرات (یا پرویزی اصطلاح میں عجمی سازش) کا نتیجہ ہے۔

اسی کے ساتھ اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، کہ جب تدوین فقہ کا دور آیا تو بیشتر علمی مسندوں پر وہ علماء اور ائمہ تابعین ہو چکے تھے جن کا تعلق ملک عرب سے نہیں تھا، بلکہ عجمی ممالک سے تھا، بلکہ تدوین فقہ کے دور سے بہت پہلے ہی علمی مسندیں

---

۱ واضح رہے فاضل وفقیہ مقالہ نگار کے بقول "تحریف سے بھی سخت تر جرم" کا ارتکاب کرنے والوں میں خود شاہ صاحبؒ بھی شامل ہیں، چنانچہ "والبکر یستاذنہا ابوہا" پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اس سے مراد بکر بالغہ ہے۔ نابالغہ نہیں، وہ کیسے مراد ہو سکتی ہے، جبکہ اسکی کوئی رائے ہی نہیں ہوتی۔ اور حضرت صدیقؓ نے حضرت عائشہؓ کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت کر دیا تھا جبکہ وہ چھ سال کی تھیں۔" (حجۃ اللہ البالغۃ، ص ۱۲۷ ج ۲ طبع منیریہ)

ایک طرف ان کو "تحریف کے مجرم" اور "بلا سوچے سمجھے نص صریح کے خلاف فتویٰ دینے والے" بتلانا اور دوسری طرف ان کے کلام سے استدلال کرنا "جس برتن میں کھانا اسی میں پیشاب کرنے" کا مصداق ہے، معلوم ہوا کہ شاہ صاحب کی عبارت سے اخذ کردہ نتیجہ اور قرآن کی نص صریح کا افسانہ "خانہ ساز" ہے ــــ ورنہ شاہ صاحبؒ سے بڑھ کر "نص صریح" کو جاننے والا ادارہ تحقیقات کی جمع کردہ بھیڑ میں کون ہے۔؟

۲ اجماع امت کے مقابلہ میں شاذ قسم کے اقوال وآراء پیش کرنے پر شاہ صاحبؒ نے بڑی عمدہ بحثیں فرمائی ہیں، طلبہ علم کو "ازالۃ الخفاء" کی طرف مراجعت کا مشورہ دیتے ہوئے یہاں شاہ صاحبؒ کا صرف ایک فقرہ نقل کرتا ہوں:

در اشکال یک جانب اصابت بود، دیگر جانب خطاء المعذور، وچوں پردہ از روئے کار برداشتند، وحق مثل فلق الصبح پدیدار گشت مجال خلاف نماند، ہر کہ احمال یمیناً وشمالاً؛ فہذ زندیق است، وراے باید بقتل رسانید۔ (ازالۃ الخفاء ص ۹۹ ج الطبع جدید نور محمد کراچی)

جب تک مسئلہ میں اشکال تھا، اس وقت تک ایک جانب صواب تھا، اور ایک جانب خطائے معذور۔ لیکن جب مسئلہ کے چہرہ سے نقاب اٹھ گیا، اور حق "سپیدۂ صبح" کی طرح روشن ہو گیا، اس وقت اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔ اس کے بعد بھی جو شخص دائیں بائیں بھاگے وہ زندیق ہے۔ اسے قتل کر دیا جائے۔

عربوں کے قبضہ سے نکل چکی تھیں، عبدالملک اور زہری کا وہ مکالمہ جو اکثر مؤرخین نے نقل کیا ہے۔ اس صورت حال پر روشنی ڈالنے کے لئے کافی ہے۔ (اسکے بعد وہ مکالمہ مذکور ہے۔) بلفظہٖ (قسط اوّل ص ۴۹)

۶۔ علمائے امت اور جواز حماقت کا فتویٰ | "ان حضرات کا جم غفیر جسے "اجماع" کے غلط لقب[۱] سے یاد کیا گیا ہے۔ یہ نہیں کہہ رہا کہ صغرسنی کی شادیاں ضرور کی جانی چاہئیں، وہ زیادہ سے زیادہ یہی بتا رہا ہے کہ اگر "ایسی حماقت" کر لی جائے، تو اس کا شرعی[۲] حکم کیا ہوگا؟ (وہ شرعی حکم یہی ہے کہ جائز ہے۔) بلفظہٖ (قسط اوّل ص ۵۲)

۷۔ علمائے امت کا بلا سوچے سمجھے وراثتی فتویٰ | چونکہ ان کے اذہان وراثتی طور پر صغرسنی کی شادیوں سے مانوس تھے[۳]، اور ان کے دلوں میں نہ اس کی طرف سے کوئی استعجاب پایا جاتا تھا، اور نہ اس (ناجائز فعل) سے کوئی نفرت تھی، اس لئے جونہی ان کے سامنے کوئی ایسا بیان آیا جس سے اس کا جواز نکلتا تھا، انہوں نے فوراً اسے قبول کر لیا، اور اسکی جرح وتنقید کی طرف کوئی توجہ نہیں فرمائی، بلفظہٖ (قسط اوّل ص ۵۲)

۸۔ نہیں بلکہ ضرورت اور مجبوری | فقہائے کرام نے یہ کہیں نہیں کہا کہ بلا ضرورت بھی صغرسنی کی شادیاں کرنی چاہئیں وہ تو صرف یہ بتا رہے ہیں، کہ اگر کوئی شخص کسی ضرورت[۴] اور مجبوری کے تحت

---

[۱] اجماع کا لقب غلط نہیں، بلکہ بقول شاہ صاحبؒ کے اسے غلط قرار دینا صریح زندقہ ہے۔ ع

سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا ست

[۲] "فاضل دفقیہ مقالہ نگار" کے بقول "ایسی حماقت" کے "شرعی جواز" کا فتویٰ جن حضرات کے جم غفیر نے صادر فرمایا، اگر ان کے پاس کوئی شرعی دلیل موجود تھی تو اسے "حماقت" کا لقب دینا خود اچھی خاصی سوچی سمجھی حماقت ہے، اور اگر ان حضرات کا یہ "فتوائے حماقت" یوں ہی بلا دلیل تھا، تو "ان حضرات کا جم غفیر" مفتری علے اللہ ہوا، نہ کہ ائمہ دین۔ معاذ اللہ۔ استغفر اللہ۔ یہ ہے فکر و نظر کے فاضل دفقیہ مقالہ نگار کی "اتباع سلف"۔۔۔!

[۳] ائمہ دین پر اپنے غیر شرعی موروثی امور سے انس رکھنے، ان سے استعجاب نہ کرنے، نفرت نہ کرنے اور بلا سوچے سمجھے اور بلا جرح وتنقید ان کے جواز کا فتویٰ صادر فرمانے کا بہتان کیا بھونڈی اور مکروہ قسم کی افسانہ نگاری نہیں ہے۔۔؟ پھر فاضل دفقیہ مقالہ نگار یہ بھول گئے، کہ امام مالک اصبحیؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبل شیبانیؒ اور امام محمد شیبانیؒ وغیرہم تو عجمی نہ تھے۔ انہوں نے اس حماقت کے جواز کا فتویٰ کیسے دے ڈالا۔ ان کو اس عجمیت سے کیوں انس رہا۔ اور استعجاب اور نفرت کیوں نہ ہوئی۔ کیا اسے تحقیق کہا جائے، یا ائمہ دین کی تحمیق (ان کو احمق بنانا)۔۔؟ [۴] اوپر کی عبارت میں فاضل دفقیہ مقالہ نگار نے اسے "فتوائے حماقت" قرار دیا تھا، یہاں آکر اسے "فتویٰ ضرورت" بنا ڈالا۔ کیا اسلامی تحقیقات کے ادارے کی زبان میں ضرورت اور حماقت کے ایک ہی معنیٰ ہیں۔؟ پھر یہ ضرورت، حماقت کا الہام کہاں سے ہوا، فقہاء کے جم غفیر نے اسکی کہیں تصریح فرمائی ہے یا یہ محض ایجاد بندہ ہے۔

ایسا نکاح کر دے تو اس کا کیا حکم ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی ضرورت شدیدہ میں، جیسی صورت ہم نے اوپر فرض کی ہے، اگر کوئی شخص ایسا کرے تو عدلِ عمرانی، ضرورتِ وقت، تقاضائے مصلحت اور منشائے قانون بھی یہی ہے کہ اس کے جواز[1] کا فتویٰ دیا جائے" بلفظہ (قسط اول ص۵۳)

نہیں نہیں بلکہ اشتباہ "واقعہ یہ[2] ہے کہ ہمارے فقہاء کے سامنے ایک ایسی روایت تھی، جو انہیں اشتباہ میں ڈالنے کا باعث بنی، اس روایت پر ہم شرح وبسط کے ساتھ آئندہ اشاعت میں بحث کریں گے" بلفظہ (قسط اول ص۵۴)

تمام معتبر کتابوں کی صحیح ترین حدیث "یہ روایت حدیث کی تمام معتبر کتابوں میں صحیح ترین سند (بلکہ اسانید متعددہ متواترہ۔ ناقل) کے ساتھ بیان ہوئی ہے، جس کی بنا پر ہمارے فقہاء کو صغرسنی کی شادیوں کے جواز کا فتویٰ دینا پڑا ہے، یہ روایت حضرت عائشہؓ کی طرف منسوب کی گئی ہے، جس میں وہ فرماتی ہیں کہ:

> "حضور اکرمؐ نے مجھ سے نکاح کیا جبکہ میں چھ سال کی تھی، اس کے بعد ہم مدینہ میں آئے ——— پھر (رخصتی کے وقت) مجھے کسی بات نے نہیں گھبرایا، مگر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور (انصاری عورتوں نے) مجھے آپ کے حوالے کر دیا، ان دنوں میں نو سال کی تھی ——— عروہ[3] ابن زبیر نے بتایا کہ حضرت خدیجہؓ کا انتقال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ کی طرف ہجرت فرمانے سے تین سال پہلے ہو گیا تھا، دو سال یا قریباً دو سال تک آپ نے کوئی شادی نہیں کی، پھر

---

[1] لیکن آپ کا مسلم فیملی لاز تو جس کی نمک حلالی کیلئے نامۂ عمل کی یہ تمام سیاہی آپ نے مہیا کی ہے، عدلِ عمرانی، ضرورتِ وقت، تقاضائے مصلحت اور منشائے قانون کو بالائے طاق رکھ کر بلا استثناء اسے قابلِ سزا جرم قرار دیتا ہے، اسلام کا معجزہ دیکھئے، کہ جس قانون کی خاطر اسلام میں تحریف اور ائمہ اسلام کی تحمیق کا بارِ عظیم اٹھایا گیا تھا، خود اسی قانون کو عدلِ عمرانی، ضرورت، وقت، تقاضائے مصلحت اور منشائے قانون کی ضد قرار دینا پڑا۔

[2] اگر یہی واقعہ ہے تو مذکورہ بالا "ضرورتِ حماقت" کے افسانے کس خطاب کے مستحق ہیں۔

[3] واضح رہے کہ یہ عروہ بن زبیرؓ کا قول ہے، جسے ایک دروغ مصلحت آمیز کیلئے فکرونظر کے فاضل و فقیہ مقالہ نگار نے حضرت عائشہؓ کی روایت میں شمار کر لیا۔ اس لئے از راہِ احتیاط انہوں نے جمع الفوائد کا حوالہ دیا۔ یہ بحث الگ مقالے میں پیش کی جائے گی۔ واللہ الموفق

٭

چلا آرہا ہے اور جو لوگ صغر سنی کی شادیوں کے عدمِ جواز کے قائل ہیں، وہ بھی لڑکیوں کی حد تک یا تو جواز[1] کے قائل ہیں، یا پھر اس واقعہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات[2] پر محمول کرتے ہیں، لیکن اس موقعہ پر یہ سوال کیا جا سکتا ہے۔ کہ مذکورہ بالا حدیث کتنی ہی قوی اور سند کے اعتبار سے کتنی ہی صحیح کیوں نہ ہو لیکن بہر حال وہ ایک خبر[3] واحد ہے جو قرآن کی نصِ صریح کے مقابلہ میں قابلِ قبول نہیں ہو سکتی" بلفظہٖ (قسط دوم ص۳۳)

ام المومنینؓ کے متعلق ادارہ تحقیقات کی مہذب زبان "عقلِ انسانی اسے کسی طرح باور نہیں کرتی کہ ایک نو سال کی "الھڑ لڑکی" اپنے میکہ میں ان تمام علوم و فنون میں اس قدر مہارت کی مالک ہو سکتی ہے کہ اس کا علم پوری امت کی عورتوں سے بڑھ جائے" بلفظہٖ (قسط دوم ص۳۴)

صغر سنی کی شادیوں کے جواز پر ایک اور حدیث صغر سنی کی شادیوں کے جواز پر بعض فقہاء کرام نے ایک دوسری روایت[4] سے بھی استدلال کیا ہے۔ وہ روایت یہ ہے: — محمد بن اسحاق کا بیان

---

[1] صغر سنی کی شادیوں کے عدمِ جواز کے حق میں "فاضل و فقیہ مقالہ نگار" نے کل تین نام پیش کئے تھے، (اگرچہ اس فہرست کے ثبوت میں بھی کلام کیا جا سکتا ہے، لیکن خیر تین نام مان لیجئے) جب ان تینوں میں سے بھی بعض "لڑکیوں کی حد تک تو جواز کے قائل ہیں" تو مطلقاً عدمِ جواز کے قائل کتنے رہ گئے۔؟

[2] اس سے واضح ہو گیا ہوگا، کہ یہ حدیث باجماعِ امت روایۃً و درایۃً صحیح ہے، اور سلف و خلف میں سے کسی بھی قابلِ اعتبار شخصیت نے اسے روایۃً صحیح اور درایۃً غلط نہیں کہا، اب اسے درایۃً غلط کہنا کسی ملحد اور زندیق ہی کا کام ہو سکتا ہے۔ اگر فکر و نظر کے "فاضل و فقیہ مقالہ نگار" میں ایمانی رمق کسی درجہ میں بھی باقی ہوتی تو تمام امت کی درایت کو (جن میں ان کے پیش کردہ تین نام بھی شامل ہیں) غلط ٹھہرا کر ملاحدۂ مغرب کی کورانہ تقلید میں اسے رد نہ کرتے، زیادہ سے زیادہ اسے خصوصیت پر محمول کر لیتے، تو مسلمانوں کو ان سے متعلق کسی حد تک حسنِ ظن کی گنجائش تو رہ جاتی۔

[3] سبحان اللہ۔ یہاں آکر تو "فاضل و فقیہ مقالہ نگار" نے اپنی فضیلت و فقاہت کا سارا بھرم ہی جھاڑ دیا، ذرا سوچئے کہ جو حدیث خود ان کے بقول، مشرق و مغرب، جنوب و شمال، عرب و عجم، ترک و تاجیک، الغرض تمام خطۂ زمین کی تمام معتبر کتبِ حدیث، تفسیر، فقہ، سیر اور تاریخ میں صحیح ترین سندوں کے ساتھ موجود ہو اور امت کے اولین و آخرین، اور سلف و خلف کے تمام علماء، فقہاء، محدثین نے اسے قبول کیا ہو، اور اسکی اسانید صحیحہ اس کثرت سے ہوں کہ اگر ان سب کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے تو بلا مبالغہ ایک ضخیم کتاب بن جائے، کسی "فاضل و فقیہ" سے نہیں ادنیٰ ہوش و حواس کے آدمی سے پوچھ دیکھئے کہ کیا وہ خبرِ واحد کہلائے گی، یا تمام امت کی مسلمہ اور متواتر۔؟ جب "فاضل و فقیہ مقالہ نگار" کو بھی تسلیم ہے کہ امتِ مرحومہ کا ہر طبقہ از اول تا آخر اس پر مہرِ تصدیق ثبت کرتا رہا ہے۔ اور کبھی کسی نے، بقائمیٔ ہوش و حواس، اسکے خلاف کبھی کوئی آواز نہیں اٹھائی۔ تو اسے "خبرِ واحد" کہہ کر رد کرنے کو جنون کہا جائے یا زندیقیت، اور رد کرنے والے کو دماغی ہسپتال کا مشورہ دیا جائے، یا کسی مغربی یونیورسٹی کا۔؟

[4] ابھی ابھی "فاضل و فقیہ مقالہ نگار" فرماتے تھے کہ نابالغی کے نکاح کی بنیاد صرف ایک حدیث پر ہے۔ مقامِ شکر ہے کہ ان کو ایک دوسری روایت بھی نظر آگئی۔

چلا آرہا ہے اور جو لوگ صغر سنی کی شادیوں کے عدم جواز کے قائل ہیں، وہ بھی لڑکیوں کی حد تک یا تو جواز کے قائل ہیں، یا پھر اس واقعہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات پر محمول کرتے ہیں، لیکن اس موقعہ پر یہ سوال کیا جاسکتا ہے۔ کہ مذکورہ بالا حدیث کتنی ہی قوی اور سند کے اعتبار سے کتنی ہی صحیح کیوں نہ ہو لیکن بہرحال وہ ایک خبر واحد ہے جو قرآن کی نص صریح کے مقابلہ میں قابل قبول نہیں ہوسکتی" بلفظہٖ (قسط دوم ص۳۳)

ام المومنینؓ کے متعلق ادارۂ تحقیقات کی تہذیب زبان "عقل انسانی اسے کسی طرح باور نہیں کرتی کہ ایک نو سال کی "الھڑ لڑکی" اپنے میکہ میں ان تمام علوم و فنون میں اس قدر مہارت کی مالک ہوسکتی ہے کہ اس کا علم پوری امت کی عورتوں سے بڑھ جائے" بلفظہٖ (قسط دوم ص۴)

صغر سنی کی شادیوں کے جواز پر ایک اور حدیث صغر سنی کی شادیوں کے جواز پر بعض فقہاء کرام نے ایک دوسری روایت سے بھی استدلال کیا ہے۔ وہ روایت یہ ہے:۔ محمد بن اسحاق کا بیان

---

[1] صغر سنی کی شادیوں کے عدم جواز کے حق میں "فاضل و فقیہ مقالہ نگار" نے کل تین نام پیش کئے تھے، (اگرچہ اس فہرست کے ثبوت میں بھی کلام کیا جاسکتا ہے، لیکن خیر تین نام مان لیجئے) جب ان تینوں میں سے بھی بعض لڑکیوں کی حد تک تو جواز کے قائل ہیں" تو مطلقاً عدم جواز کے قائل کتنے رہ گئے۔؟

[2] اس سے واضح ہوگیا ہوگا، کہ یہ حدیث باجماع امت روایۃً ودرایۃً صحیح ہے، اور سلف و خلف میں سے کسی بھی قابل اعتبار شخصیت نے اسے روایۃً صحیح اور درایۃً غلط نہیں کہا، اب اسے درایۃً غلط کہنا کسی ملحد اور زندیق ہی کا کام ہوسکتا ہے۔ اگر فکر و نظر کے "فاضل و فقیہ مقالہ نگار" میں ایمانی رمق کسی درجہ میں بھی باقی ہوتی تو تمام امت کی درایت کو (جن میں ان کے پیش کردہ تین نام بھی شامل ہیں) غلط ٹھہرا کر ملاحدۂ مغرب کی کورانہ تقلید میں اسے رد نہ کرتے، زیادہ سے زیادہ اسے خصوصیت پر محمول کرلیتے۔ تو مسلمانوں کو ان سے متعلق کسی حد تک حسن ظن کی گنجائش تو رہ جاتی۔

[3] سبحان اللہ۔ یہاں آکر تو "فاضل و فقیہ مقالہ نگار" نے اپنی فضیلت و فقاہت کا سارا بخیہ ہی ادھیڑ دیا، ذرا سوچئے کہ جو حدیث خود ان کے بقول، مشرق و مغرب، جنوب و شمال، عرب و عجم، ترک و تاجیک، الغرض تمام خطۂ زمین کی" تمام معتبر کتب حدیث، تفسیر، فقہ، سیر اور تاریخ میں صحیح ترین سندوں کے ساتھ موجود ہو اور امت کے اولین و آخرین، اور سلف و خلف کے تمام علماء، فقہاء، محدثین نے اسے قبول کیا ہو، اور اسکی اسانید صحیحہ اس کثرت سے ہوں کہ اگر ان سب کو ایک جگہ جمع کردیا جائے تو بلا مبالغہ ایک ضخیم کتاب بن جائے، کسی "فاضل و فقیہ" سے نہیں ادنیٰ ہوش و حواس کے آدمی سے پوچھ دیکھئے کہ کیا وہ خبر واحد کہلائے گی، یا تمام امت کی مسلمہ اور متواتر۔؟ جب "فاضل و فقیہ مقالہ نگار" کو بھی تسلیم ہے کہ امت مرحومہ کا ہر طبقہ از اول تا آخر اس پر مہر تصدیق ثبت کرتا رہا ہے۔ اور کبھی کسی نے "بقائمی ہوش و حواس" اسکے خلاف کبھی کوئی آواز نہیں اٹھائی۔ تو اسے "خبر واحد" کہہ کر رد کرنے کو جنون کہا جائے یا زندیقیت، اور رد کرنے والے کو دماغی ہسپتال کا مشورہ دیا جائے، یا کسی مغربی یونیورسٹی کا۔؟ [4] ابھی ابھی "فاضل و فقیہ مقالہ نگار" فرماتے تھے کہ نابالغی کے نکاح کی بنیاد صرف ایک حدیث پر ہے۔ مقام شکر ہے کہ ان کو ایک دوسری روایت بھی نظر آگئی۔

ہے، کہ مجھے عبداللہ ابن ابی بکر بن حزم اور عبداللہ ابن حارث اور ایک ایسے آدمی نے بتایا جسے میں متہم نہیں سمجھتا، کہ عبداللہ ابن شداد کا بیان ہے، کہ جس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت ام سلمہؓ سے کیا تھا وہ ان کے بیٹے سلمہ تھے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح حضرت حمزہ کی صاحبزادی سے فرمایا تھا اور یہ دونوں ان دنوں چھوٹے بچے تھے۔ مگر دونوں کی موت واقع ہو جانے کی وجہ سے یہ دونوں یکجا نہیں ہو سکے ——— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے، کہ کیا میں نے سلمہ کی اس بات کا بدلہ کہ اس نے اپنی ماں کے ساتھ میرا نکاح کرا دیا تھا، اتار دیا ہے" ؟

یہ روایت سند کے اعتبار سے جیسی[۱] کچھ ہے، اہل علم پر مخفی نہیں، لیکن بر سبیل تنزل اسے قابل اعتماد تسلیم کر لیا جائے، تب بھی اس سے استدلال صحیح نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بنص قرآن مومنین پر ولایت عامہ حاصل تھی، اس لئے جسطرح آپؐ ان دونوں کا نکاح ان کی مرضی کے خلاف بلوغ کے بعد کر سکتے تھے، اسی طرح بلوغ سے[۲] پہلے بھی کر سکتے تھے، اس لئے یہ آپؐ کی خصوصیت ہے۔

---

۱ یہ جیسی کچھ ہے "جرح مبہم ہے، جو قابل قبول نہیں، بظاہر سند بے غبار ہے، یوں بھی جب فاضل وفقیہ مقالہ نگار کے دربار میں کلبی مرحوم کی "مجلس خوش گپیاں" یہاں تک درجۂ استناد حاصل کر لیتی ہیں کہ ان کی بنیاد پر متواتر احادیث کو رد کر دیا جاتا ہے، تو یہ حدیث اس سے بہر حال بدرجہا فائق ہے، اس سے ایک فرعی مسئلہ کیوں ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

۲ بحمد اللہ ہمیں تو نہ آپؐ کی ولایت عامہ میں کوئی اشکال ہے، نہ آپ کے کسی کا نکاح قبل از بلوغ یا بعد از بلوغ کرا دینے میں کوئی دقت ہے، لیکن بیچارے "فاضل وفقیہ مقالہ نگار" کیلئے یہ سب چیزیں مشکل ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک نکاح کی عمر بلوغ ہے، اس لئے بلوغ سے پہلے ان کے نزدیک نکاح کی صلاحیت ہی مفقود ہوتی ہے پس جسطرح شکم مادر میں بچہ نکاح کی صلاحیت نہیں رکھتا، اسی طرح بلوغ سے پہلے بھی، اس صورت میں ان کی یہ تاویل کیسے چل سکتی ہے کہ نابالغی میں نکاح کرا دینا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی۔ کیونکہ جب محل، محل نکاح نہیں، نہ اس میں نکاح کی صلاحیت ہے۔ تو وہاں نکاح کا تصور ہی غلط ہوگا۔ چہ جائیکہ اس کے لئے خصوصیت کا نکتہ تلاش کیا جائے، اور اگر وہ یہ تسلیم کر لیں، کہ نابالغ بچہ بھی محل نکاح ہو سکتا ہے، اور اس میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ اس کا نکاح کر دیا جائے، تو ہم گذارش کریں گے کہ جب عاقد میں صلاحیت موجود ہے، اور محل بھی صالح للعقد ہے تو مانع جواز کیا ہے۔ یعنی جب ولایت عامہ کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نابالغ کا نکاح کرا سکتے ہیں، تو ولایت خاصہ کی وجہ باپ یا ولی کیوں نہیں کرا سکتے۔؟ نیز اس صورت میں نص صریح کے ڈھونگ کا کیا بنے گا، دیکھئے فاضل وفقیہ مقالہ نگار کی خود رائی نے ان کے لئے نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن کا کیا خوب سماں پیدا کر دیا.......

دوسرا کوئی شخص اس کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ یا لفظ[1] تزویج کو وعدۂ نکاح پر محمول کیا جائے،

صغر سنی کے نکاح کا جواز قرآن مجید سے ثابت ہے:- ملک کے چودہ معتقد علمائے کرام نے نصِ صریح[2] کے علی الرغم۔ اس مسئلہ پر خود قرآن کریم ہی سے استدلال کی سعی نامشکور فرمائی ——— چنانچہ والّٰئی لم یحضن سے انہوں نے یہ نکالا، کہ "نابالغ طلاق شدہ لڑکیوں کی عدت تین ماہ بیان فرمائی گئی اور عدتِ طلاق نکاح کے بعد ہی ہو سکتی ہے، اسطرح صریح طور پر قرآن مجید نابالغ لڑکیوں کے ساتھ نکاح کی اجازت دیتا ہے۔" چودہ علماء کے اس استدلال سے گردن مارے ندامت کے جھک جاتی ہے، کیونکہ یہ تو واضح ہے، کہ عدتِ طلاق کا سوال مقاربت کے بعد ہی پیدا ہو سکتا ہے۔ اگر اس آیت سے بالفاظِ صریح یا صریح الفاظ میں نابالغ لڑکیوں سے نکاح کا جواز ثابت ہوتا ہے، تو الفاظ صریح اور صریح الفاظ میں ان سے مقاربت کا جواز بھی ثابت ہوتا ہے، کیا قرآن کریم اسے جائز قرار دے سکتا ہے۔ معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ۔ یہ قرآن کریم پر[3] انتہائی افسوسناک اتہام ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ تلخیص (قسط دوم ص۳۔۱)

---

[1] یہ جواب تو محض وزن بیت ہے جس پر ان کا شکست خوردہ ضمیر خود بھی ملامت کرتا ہوگا کیونکہ حدیث کے الفاظ میں اس "تاویل بیجا" کی کوئی گنجائش نہیں۔ [2] فاضل وفقیہ مقالہ نگار پہلے نصِ صریح ثابت کریں۔ پھر اسکی موافقت یا مخالفت کا قصہ زیر بحث لائیں۔ [3] اگر یہ "فاضل وفقیہ مقالہ نگار" کی فقاہت میں انتہائی افسوسناک اتہام ہے، تو انہیں اطمینان رکھنا چاہئے، کہ یہ بیچارے چودہ معتقد علماء کرام کیطرف سے نہیں، بلکہ بدزبان روکو نبیؐ تک اور نبیؐ کے مہربان تک بات پہنچے گی۔

چنانچہ:- واخرج ابن جریر واسحاق بن راھویہ والحاکم وغیرھم بسند صحیح۔ عن ابی بن کعب قال لما نزلت الآیۃ فی سورۃ البقرۃ فی عدد النساء قالوا قد بقی عدد من النساء لم یذکرن الصغار والکبار واولات الاحمال فنزلت واللائی یئسن من المحیض من نسائکم الآیۃ (تفسیر مظہری ص۳۳۲ ج ۹)

"امام ابن جریر، اسحاق بن راہویہ اور حاکم وغیرہم نے بسند صحیح حضرت ابی بن کعب سے روایت کی ہے، کہ جب عورتوں کی عدت کے بارے میں سورۃ بقرہ کی آیت نازل ہوئی تو صحابۂ کرامؓ نے عرض کی کہ عورتوں کی کچھ تعداد باقی رہ گئی ہے۔ جن کا ذکر (اس آیت میں) نہیں کیا گیا، یعنی نابالغ، عمر رسیدہ، اور حاملہ عورتیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی واللائی یئسن من المحیض من نسائکم الآیۃ۔

اس کے علاوہ کسی بھی بڑی چھوٹی تفسیر کی کتاب کو اٹھا کر دیکھ لیجئے، آپ کو صحابہ کرام، تابعین، ائمہ فقہ، ائمہ حدیث اور ائمہ عربیت کی جانب سے "واللائی لم یحضن" کی یہ تفسیر ملے گی، کہ "اس سے مراد وہ عورتیں ہیں جن کو صغر سنی کی وجہ سے ایام آنا شروع نہ ہوا ہو" اب فرمایا جائے، کہ یہ تہمت چودہ معتقد علماء کرام نے لگائی ہے، یا فکر ونظر کے فاضل اور فقیہ مقالہ نگار کے غلط تصور اور کج فہمی نے یہ طوفان برپا کیا ہے۔؟ اور نابالغ طلاق شدہ لڑکیوں کی عدت، خدا و رسول، صحابہ وتابعین نے بیان فرمائی ہے یا چودہ علماء نے۔؟ اور اسی سے فاضل وفقیہ مقالہ نگار کے اس بے بنیاد غلط دعویٰ کی بھی قلعی کھل گئی کہ دور نبوی میں صغر سنی کے نکاح کا رواج نہیں تھا۔ حق تعالیٰ علم کیساتھ ذہن کی سلامتی اور فکر میں اصابت بھی عطا فرمائیں، تب ہی کام چلتا ہے، ورنہ نام نہاد فاضل وفقیہ مقالہ نگار کیطرح آدمی فاضلہ اللہ علی علم کا مصداق بن کر ادھر اُدھر کی واہی تباہی ہانکنے لگتا ہے۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ، انک انت الوھاب ◆